بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گلدستۂ سخن

مختلف موضوعاتی نظموں کا مجموعہ

مصنف

محمد امان علی ثاقب صابری

سنہ ۱۹۹۱ء

پتہ

مکان نمبر 22-8-467 عقب مسجد یکخانہ پرانی حویلی

حیدرآباد 500002

فون 526919

ارباب وفا کی کاوش سے اب اوج پہ ہے اسکا انجم
سنگریزہ ہوا بڑھکر جوہر ہمدرد نگر ہمدرد نگر

یارب یہہ قیامت تک یونہی سرسبز رہے شاداب رہے
ملت کا رہے ارمان پرور ہمدرد نگر ہمدرد نگر

تا دیر سلامت ہوں ہم میں یارب یہہ حمید پُر فیضاں
ملت کو دیا ارمان نگر ہمدرد نگر ہمدرد نگر

دیکھا جو یہاں آکر اسکو ثاقب کے لبوں پر ہے یہہ دعا
پُرفیض رہے یونہی تا محشر ہمدرد نگر ہمدرد نگر

جامعہ نظامیہ

اک دین کا اجالا جامعہ نظامیہ ہے
انوار کا نظارہ جامعہ نظامیہ ہے

افلاک کا کنارا جامعہ نظامیہ ہے
خُلدِ بریں کا رستا جامعہ نظامیہ ہے

بغداد و اُندلس کی کرنوں کا ترجماں ہے
ازہر کی شان والا جامعہ نظامیہ ہے

درس حدیث و قرآں، معقول اور منقول
اک جلوۂ مدینہ جامعہ نظامیہ ہے

اللہ کے ولی نے جس کو کیا ہے قایم
جو حشر تک چلے گا جامعہ نظامیہ ہے

سرکارِ دو جہاں کی مرضی کا اک علم ہے
گہوارا عالموں کا جامعہ نظامیہ ہے

آقائے دو جہاں کی حاصل ہے جب حمایت
رحمت کا شامیانہ جامعہ نظامیہ ہے

ہیں مرتضےٰؓ تو بابِ شہرِ علوم بے شک
آئینہ مرتضےٰ کا جامعہ نظامیہ ہے

یہ انبیا کے تئیں بھی اور اولیا کے تئیں بھی
تعظیم کا صحیفہ جامعہ نظامیہ ہے

ہر گوشۂ جہاں میں تنویر جسکی پہونچی
اک ایسا ماہ پارا جامعہ نظامیہ ہے

اک سازِ معرفت ہے اک نغمۂ ولایت
توحید کا نظارہ جامعہ نظامیہ ہے

ہم ایسے سُنیوں کی تعلیم و تربیت کا
اک مرکزی ادارہ جامعہ نظامیہ ہے

مشرق کی وادیوں میں اس ہند کی زمیں پر
اک نور کا منارا جامعہ نظامیہ ہے

بازار میں دہاں کے ہوگی اسی کی وقعت
محشر کے دن کا سکہ جامعہ نظامیہ ہے

خوش بخت ہیں وہ سارے اسکے مکیں بنے جو
انوار کا سفینہ جامعہ نظامیہ ہے

دلمیں بسا ہوا ہے نظروں میں جلوہ گر ہے
ہم سُنیوں کا ملجا جامعہ نظامیہ ہے

کرتے ہیں جو اعانت مقبولِ شاہِ دیں ہیں
حسنات کا وسیلہ جامعہ نظامیہ ہے

کرتے ہیں کچھ ادارے ایمان کی تجارت
ایمان کا بھروسہ جامعہ نظامیہ ہے

باطل کی آندھیوں پر یہ مسکرا رہا ہے
اسلام کا ہمالہ جامعہ نظامیہ ہے

سر بد عقیدتوں کا ٹکرا کے پاش ہوگا
اک سنیت کا قلعہ جامعہ نظامیہ ہے

پھونکوں سے یہ کسی کی ہرگز نہ بجھ سکے گا
یہ اک چراغِ طیبہ جامعہ نظامیہ ہے

کچھ ہوں تو ہوں مخالف دو چار سینکڑوں میں
ہر ایک کو پیارا جامعہ نظامیہ ہے

اس کا نشہ نہ سر سے تا حشر جا سکے گا
اک ایسی مے کا پیالہ جامعہ نظامیہ ہے

ایمان کی حلاوت جسکی ضمیر میں ہے
وہ اک حسین سودا جامعہ نظامیہ ہے

عرفانِ دیں کا اسکو اک کوہ نور کہیے
جس سے نظر ہو خیرہ جامعہ نظامیہ ہے

خوشبوؤ رنگتوں کی ہے جس میں آفرینش
گلشن یہ اک نیارا جامعہ نظامیہ ہے

دنیا کی ہر زمیں پر پہونچی ہیں جسکی کرنیں
روشن یہ اک ستارا جامعہ نظامیہ ہے

کھلتے ہیں عقدہ ہائے مشکل بھی سارے اس جا
اسرار کا شناسا جامعہ نظامیہ ہے

اک مرد حق نما کی کوشش کا ہے نتیجہ
توحید کا سراپا جامعہ نظامیہ ہے

حافظ بھی اور عالم کتنے یہاں سے نکلے
وحدت کا کارخانہ جامعہ نظامیہ ہے

اسکے شوخ سارے گلہائے خوشنما ہیں
پھولوں کی ایک مالا جامعہ نظامیہ ہے

آئی ہے ترجمانی ثاقب ترے مقدر
قدرت کا ایک تحفہ جامعہ نظامیہ ہے

O

طور بیت المالؒ

قابلِ صد ناز دولت طور بیت المال ہے
ہم مسلمانوں کی عزت طور بیت المال ہے

ارتباطِ انفرادیت سے اک گلشن بنا
اجتماعیت کی نکہت طور بیت المال ہے

زندگی کی کامرانی اپنے دامن میں لئے
مل رہا ہے جو مسرت طور بیت المال ہے

سچ ہے اس پر بندۂ منان کا احسان ہے
اور حقارت کی کرامت طور بیت المال ہے

فیض ربانی نے ہے حاصل لطفِ سبحانی نے ہے ساتھ
بن گیا مینارِ عظمت طور بیت المال ہے

نازاسکے معتمد کا ہر بلندی پہ ہے حق
کامرانیوں کا مرقعت طوربیت المال ہے

قوم کی بہبود کا اور سرفرازی کا امین
یہہ خلافت کی وراثت طوربیت المال ہے

عالمِ اسلام میں بھی فخر کے قابل ہے یہہ
بن گیا دربانِ ملت طوربیت المال ہے

روشنی اسکی بڑھا کر رشک مہر وماہ کرو
اک چراغِ شامِ امت طوربیت المال ہے

حسنِ انتظام کا ہر ایک کامل معترف
قابلِ صد رشک وحیرت طوربیت المال ہے

ہے افادیت میں اپنی منفرد یہہ بے گماں
شاہکارِ نازِ امت طوربیت المال ہے

اک ذریعہ ہے پس اندازی کا اور حسنات کا
اک درختِ خیر و برکت طور بیت المال ہے

سود کے ایوان میں اک زلزلہ ہی آگیا
سانحہ ہو نارہ کی قیامت طور بیت المال ہے

اہلِ صنعت اور تاجر دونوں اس سے شادماں
دے رہا ہے جو فراغت طور بیت المال ہے

با ہنر ذی حوصلہ افراد کی کرکے مدد
دور کرتا ہے جو غربت طور بیت المال ہے

تاجروں کی بھی کمر مضبوط اس سے ہو گئی
جس سے پلتی ہے تجارت طور بیت المال ہے

شادیاں نادار کی آسان اس سے ہو گئیں
وہ جو کرتا ہے اعانت طور بیت المال ہے

مسجدیں ہوں مدرسے ہوں یا غریب بیوگان
ان کی کرتا ہے کفالت طور بیت المال ہے

با ہنر افراد ملت کیلئے خورشید ہے
جس سے ملتی ہے حرارت طور بیت المال ہے

خواب گاہِ طور کی اسکیم ہوگی کامیاب
کر رہا اک ایسی خدمت طور بیت المال ہے

قرضِ حسنہ دیجئے اور قرضِ حسنہ لیجئے
ایک اہم قومی ضرورت طور بیت المال ہے

اسلئے ثاقب کے دل میں قدر اسکی بڑھ گئی
ایک نعمت فی الحقیقت طور بیت المال ہے

وقت کا تقاضا

دیس کو دیکھ کر اب ہے آنسو رواں   دیکھئے چار جانب ہے بربادیاں
آج جیلوں میں ہیں پھول سے نوجواں   جل رہے ہیں مکاں اُٹھ رہا ہے دھواں
آپسی دشمنی چھوڑ دو بھائیو
وقت کا بھی تقاضا ہے یہ دوستو

جب فسادات بھڑکے مکاں جل گئے   سب نے دیکھا ہے اکثر مکاں جل گئے
کچھ اُدھر کچھ یہاں کچھ وہاں جل گئے   عورتیں، بچے اور نوجواں جل گئے
آپسی دشمنی چھوڑ دو بھائیو
وقت بھی تقاضا ہے یہ دوستو

کھیل تلوار و خنجر کا ہے چار سو   زخم خوردہ نظر آتے ہیں کو بہ کو
کچھ فسادات چھپ کر تو کچھ روبرو   رزم کا سامنے منظر کبھی دو بدو
آپسی دشمنی چھوڑ دو بھائیو
وقت کا بھی تقاضا ہے یہ دوستو

ہیں فسادی مسلح کھڑے اک طرف — اور پولس ہتھیار سے اک طرف
فائرنگ اور لیڈر پڑے اک طرف — لوگ سارے ہیں سہمے ہوئے اک طرف
آپسی دشمنی چھوڑ دو بھائیو
وقت کا بھی تقاضا ہے یہ دوستو

کچھ وہ ظالم جو باندھے ہیں اپنی کمر — اپنے انجام سے ہیں محض بے خبر
نیک انسان آفات سے یوں نہ ڈر — نصرتِ حق پہ رکھ صرف اپنی نظر
آپسی دشمنی چھوڑ دو بھائیو
وقت کا بھی تقاضا ہے یہ دوستو

اک طرف فرقہ واری جنوں کی پہل — اک طرف اس کا ہوتا ہے ردِ عمل
سب کے سب ہیں ایسی کھیل میں آج کل — پارٹی ہو پریشد ہو یا کوئی دَل
آپسی دشمنی چھوڑ دو بھائیو
وقت کا بھی تقاضا ہے یہ دوستو

اپنا شیوا نہیں نالۂ درد و غم — آزمائش میں بھی ہوں اپنے ثابت قدم
ٹوٹنے پائے ہرگز نہ اپنا بھرم — مانگئے اپنے مالک سے لطف و کرم

آپسی دشمنی چھوڑ دو بھائیو
وقت کا بھی تقاضا ہے یہ دوستو

کوئی مرتا نہیں حکمِ خالق بنا تھا یہ ایقان حضرت علی مرتضےٰ
آپ تنہا اُدھر دشمنوں کا پرا سب پہ غالب رہے بن کے شیر خدا
آپسی دشمنی چھوڑ دو بھائیو
وقت کا بھی تقاضا ہے یہ دوستو

عزم راسخ سنبھالا ہے آفات میں ہر اُجالا ہے اپنی روایات میں
کام اپنا ہے ہمت سے خطرات میں گھوڑے دوڑا دئے بحر ظلمات میں
آپسی دشمنی چھوڑ دو بھائیو
وقت کا بھی تقاضا ہے یہ دوستو

وہ جو سب کی حمایت پہ مامور ہیں وہ حمایت سے مظلوم کی دور ہیں
راہبر اور لیڈر بھی مجبور ہیں وہ بھی فرقہ پرستی سے مخمور ہیں
آپسی دشمنی چھوڑ دو بھائیو
وقت کا بھی تقاضا ہے یہ دوستو

بے قصوروں پہ حملہ یہہ اچھا نہیں   یہہ خدا کو کسی کو گوارا نہیں
ہاتھ کمزور پر تو اٹھاتا نہیں   ظالموں پر مگر رحم کھاتا نہیں
آپسی دشمنی چھوڑ دو بھائیو
وقت کا بھی تقاضا ہے یہہ دوستو

غیر مسلم کیلئے ہم کو نہیں دشمنی   چاہتے ہیں کہ پر امن ہو زندگی
اپنا مذہب سکھاتا ہے ہمکو یہی   بھائی اک دوسرے ہیں سب آدمی
آپسی دشمنی چھوڑ دو بھائیو
وقت کا بھی تقاضا ہے یہہ دوستو

اخوت و غم گساری کو اپنائیے   ہیں جو پسماندہ ان کے کام آئیے
غیر مسلم کو اسلام سمجھائیے   خود بھی اس پر عمل کر کے دکھلائیے
آپسی دشمنی چھوڑ دو بھائیو
وقت کا بھی تقاضا ہے یہہ دوستو

اختلافات باہم کو اب چھوڑ دو   اب تو کندھے سے کندھا ملا کر چلو
دشمنوں کے ارادوں کو پہچان لو   ایک مضبوط دیوار بن کر رہو

آپسی دشمنی چھوڑ دو بھائیو
وقت کا بھی تقاضا ہے یہ دوستو

دورِ اکبر جہانگیر اور شاہجہاں — قابلِ ناز تھا دورِ امن و اماں
سب روادار تھے آصفی حکمراں — مل کے رہتے تھے سب اور تھے شادماں
آپسی دشمنی چھوڑ دو بھائیو
وقت کا بھی تقاضا ہے یہ دوستو

اُن کو کب تک یہ سوزِ دروں چاہیئے — بربریت کو اب سرنگوں چاہیئے
حال اسکے سوا کیا زبوں چاہیئے — ظلم حد سے بڑھا اب سکوں چاہیئے
آپسی دشمنی چھوڑ دو بھائیو
وقت کا بھی تقاضا ہے یہ دوستو

پھر الٹ دی ہے تاریخ اپنے ورق — خونِ انساں سے رنگیں ہوا ہے اُفق
اب زمانہ ہمیں دے رہا ہے سبق — مرد میداں بنا ہے جو بہرِ حق
آپسی دشمنی چھوڑ دو بھائیو
وقت کا بھی تقاضا ہے یہ دوستو

وقت کے اس تقاضے کو پہچان لو حق تعالیٰ کی مرضی پہ چلتے رہو
چاک ہونے نہ دو دامنِ صبر کو اپنے سرکارِ رحمت کو آواز دو
آپسی دشمنی چھوڑ دو بھائیو
وقت کا بھی تقاضا ہے یہہ دوستو

ہم ہیں دنیا سے آدم برے یا بھلے اور مصائب کے دامان میں ہیں پلے
آیئے آدمیت کے پرچم تلے سطحِ دریا پہ کشتی سلامت چلے
آپسی دشمنی چھوڑ دو بھائیو
وقت کا بھی تقاضا ہے یہہ دوستو

غمزدوں دکھ بھروں کی حمایت کرو مال و دولت سے اُن کی اعانت کرو
خوش عقیدت کو شمع ھدایت کرو دین اسلام کی دل سے خدمت کرو
آپسی دشمنی چھوڑ دو بھائیو
وقت کا بھی تقاضا ہے یہہ دستو
اور لرزتا ہے ثاقبؔ کے ہاتھوں قلم دیکھ کر چار جانب یہہ ظلم و ستم
ہم جو کٹتے رہیں گے نہیں اس کا غم خوں سے روشن رہے اپنی شمع حرم
آپسی دشمنی چھوڑ دو بھائیو
وقت کا بھی تقاضا ہے یہہ دوستو

تضمین بر مصرع بلاکشانِ محبت بہ کوئے یار روند
محبت کے مارے اپنے محبوب کی گلی میں جاتے ہیں (صبح دم)

بہ کعبہ لوگ برائے ثواب جاتے ہیں	بہ میکدہ پئے جامِ شراب جاتے ہیں
کوئی بہ محفلِ چنگ و رباب جاتے ہیں	درِ امیر پہ خانہ خراب جاتے ہیں
بلاکشانِ محبت بہ کوئے یار روند

چمن میں کوئی برائے بہار جاتے ہیں	بہ بحر بہر دُرِ شاہوار جاتے ہیں
کوئی بہ صحرا برائے شکار جاتے ہیں	غلام پیشِ رُخ شہریار جاتے ہیں
بلاکشانِ محبت بہ کوئے یار روند

کوئی تو آپ میں سر کو چھپائے رہتے ہیں	کوئی نگاہ کسی پر اٹھائے رہتے ہیں
کوئی خیال کی محفل سجائے رہتے ہیں	تصورات کی شمع جلائے رہتے ہیں
بلاکشانِ محبت بہ کوئے یار روند

خدا کے گھر کو ہزاروں ہزار جاتے ہیں　　نبیؐ کے در پہ تو پروانہ وار جاتے ہیں
قرار لینے کئی بیقرار جاتے ہیں　　فدائیانِ علیؑ بر مزار جاتے ہیں
بلاکشانِ محبت بہ کوئے یار روند

تقاضے عشق کے عاشق کو لیکے جاتے ہیں　　جمالِ یار کے جلوے اُسے دکھاتے ہیں
وفورِ شوق کبھی بن کے قاصدِ جاناں　　وصالِ یار کی خوشخبریاں سناتے ہیں
بلاکشانِ محبت بہ کوئے یار روند

نسیمِ صبح کبھی گنگناتی رہتی ہے　　کلی کو دیکھ کلی مسکراتی رہتی ہے
کرن جہاں کیلئے جگمگاتی رہتی ہے　　زمیں پہ اوس پسینہ سکھاتی رہتی ہے
بلاکشانِ محبت بہ کوئے یار روند

پرند نغمۂ تسبیح جب سناتے ہیں　　اذان کہہ کے موذن اُدھر بلاتے ہیں
موشیوں کو جب اگاہ لیکے جاتے ہیں　　کسان جا کے بہت دور ہل چلاتے ہیں
بلاکشانِ محبت بہ کوئے یار روند

کبھی وہ پیار سے اپنے گلے لگاتے ہیں   کبھی یہ دامنِ رحمت میں سر چھپاتے ہیں
کبھی تو ملتی ہے یوں دستگیریوں کی پناہ   سنبھال لیتے ہیں جب بھی یہ ڈگمگاتے ہیں
بلاکشانِ محبت بہ کوئے یار روند

کوئی غرور میں مخمور بن کے رہتے ہیں   کوئی تو نشۂ دولت میں چور رہتے ہیں
مگر ہم اُنکے دوانوں کو کیا کہیں ثاقب   جہاں کو چھوڑ کے اُن حضور رہتے ہیں
بلاکشانِ محبت بہ کوئے یار روند

○

مرحبا مرحبا شبِ معراج
رفعتِ مصطفےٰ شبِ معراج

دیدنی تھی زمیں فلک کی فضا
جب وہ دلہا چلا شبِ معراج

ہمرکابی میں تھے ہزاروں مَلک
یوں چلا قافلہ شبِ معراج

رقص کرتی رہی تبسم سے
رحمتوں کی گھٹا شبِ معراج

محوِ نظارہ کائنات رہی
وقت بھی رک گیا شبِ معراج

عرش سے فرش تک محیط رہا
نور کا سلسلہ شبِ معراج

اُن کی پرواز عرش کی جانب
تھی گماں سے سوا شبِ معراج

بیت مقدس میں وہ امام بنے
مقتدی انبیاء شبِ معراج

ابتدائے عروجِ مصطفوی
سدرۃ المنتہیٰ شبِ معراج

رک گئے جبرئیلؑ تو خود ہی
طے کیا راستہ شبِ معراج

حور و غلماں سبھی تھے شیدائی
یوں تھے جلوہ نما شبِ معراج

حکم رب تھا کریں ملک سارے
جنت آراستہ شبِ معراج

سیر کروائی اپنے بندہ کو
ذاتِ پاک خدا شبِ معراج

دیکھیں آیاتِ ربہ الکبریٰ
یہ تھی رب کی رضا شبِ معراج

عرش کے پاس غوث اعظم نے
اپنا کندھا دیا شبِ معراج

سیر جنت کیا فلک دیکھے
رازِ قدرت کھلا شبِ معراج

چوم کر اُن کے پائے اقدس کو
عرش بھی خوش ہوا شبِ معراج

دیکھتے ہی حضور کو رب نے
اُدْنُ مِنّی کہا شبِ معراج

قَابَ قَوْسَیْن کا طُرّہ اعزاز
ان کے سر پہ سجا شبِ معراج

حق نے مَازَاغ کی سند دیدی
رو برو تھا خدا شبِ معراج

وصل پر شوق عرش نے دیکھا
نور سے نور کا شبِ معراج

راز کے سارے اُٹھ گئے پردے
یوں ہوا سامنا شبِ معراج

اپنی امت کی مغفرت چاہی
اس کا مژدہ ملا شبِ معراج

اپنی معراج بندگی ہے نماز
رب نے تحفہ دیا شبِ معراج

بیت مقدس میں عرش و جنت میں
انکا ڈنکا بجا شبِ معراج

اَلتحیّات وَالصلوٰۃ وسلام
باہمی تذکرہ شبِ معراج

دیکھتے ہی رہے کلیم اللہ
جلوۂ حق نما شبِ معراج

ناز کرتا ہے ثاقبِ چشتی
یہہ قصیدہ لکھا شبِ معراج

لائی ہے رحمتوں کا تحفہ شبِ برات
دیتی ہے مغفرت کا مژدہ شبِ برات

مِلتا ہے برکتوں کا سودا شبِ برات
سجتا ہے نعمتوں کا ڈیرا شبِ برات

مخلوق پر مہرباں ہوتا ہے ربِ اکبر
اٹھتا ہے درمیاں کا پردا شبِ برات

اُنکے کرم سے میرے دامن میں آگیا ہے
رب کی عنایتوں کا حصہ شبِ برات

میری سیاہ کاری شرما کے رہگئی ہے
حسنات کا سویرا دیکھا شبِ برات

اپنے دل و نظر میں لیکر چراغِ عظمت
انوارِ حق کا دیکھا جلوا شبِ برات

عفو و کرم کے صدقے رب کی عنایتوں سے
چلتا ہے عاصیوں کا سکّہ شبِ براب

معبود ذو لمنن کا ہم اذنِ عام پاکر
کرتے ہیں خلد پر بھی دعویٰ شبِ برات

شعبان کا مہینہ سرکار کا مہینہ
ہے عظمتوں کا بہتا دریا شب برات

تقسیم رزق و صحت ہوتی ہے آجکی شب
ہوتا ہے رحمتوں کا وعدہ شبِ برات

اللہ کے کرم سے دونوں سنور رہے ہیں
دنیا شب برات عقبیٰ شب برات

موت اور زندگی کا ہوتا ہے فیصلہ بھی
بنتا ہے قسمتوں کا نقشہ شب برات

ہم اپنی نیکیوں سے اسکو حسین بنائیں
بنتی ہے قبر میں بھی شمعہ شب برات

اسکی رضا کو لیکر تقدیر کو سنوارو
کھلتا ہے خلد کا بھی رستا شب برات

اعمال کا چلاؤ سکہ شب برات
کام آئے گا نہ ہرگز پیسہ شب برات

ثاقب کا سن لیا جب نغمہ شب برات
خود ساغر تمنا چھلکا شب برات

اِستقبالِ ماہِ صیام

اَلسّلام اے محسنِ انسانیت ماہِ صیام
لیکے آیا ہے زمیں پر حق کی رحمت کا پیام

مژدہ جاں بخش لیکر اُنزِلَ فِیْہِ الْقُرآن
اس میں آیا آسماں سے ربِ اکبر کا پیام

آگیا جب یہ مقدس ماہ رمضانِ شریف
خواہشاتِ نفس کے منہ میں لگا دی ہے لگام

رات نیکی میں بسر ہوتی ہے دن تسبیح میں
کسقدر پر کیف ہیں رمضان کے یہ صبح و شام

عظمتِ ماہ مقدس کا یہ رعب و داب ہے
جو نہیں روزے سے لیکن کر رہا ہے اہتمام

ماہ رمضان المبارک کی عجب یہ شان ہے
جسقدر کھائیں پئیں اس پہ نہیں کوئی کلام

کسقدر عظمت فضیلت اس مہینے کو ملی
جاگنا بھی ہے عبادت اور عبادت ہے منام

رحمتوں اور برکتوں کو اپنے پہلو میں لئے
پھیل جائے گا زمیں پر رب کی مرضی کا نظام

ہے گھروں میں رونق سحری تو بازاروں میں بھیڑ
مسجدوں میں ہے بہار سجدہ و صوم و قیام

ہر کوئی مسرور ہے مشکور ہے رمضان کا
ہے خلوصِ دل سے جاری نیکیوں کا اہتمام

ہو گیا محبوس اس میں جب وہ شیطانِ لعین
بے خلل چلنے لگا حسنِ عمل کا التزام

مسجدوں میں ہیں چراغاں خانقاہوں میں بہار
قلب کی خوشیوں کا ساماں روح پرور اژدہام

روزہ داروں کو جزا میں خود ہی دونگا ذات سے
خالقِ کونین نے بندوں کو یہ بھیجا پیام

اتنا اونچا روزہ داروں کا مقدر دیکھئے
پلّہ نیکی جھکا دے گا وہ سحری کا طعام

حشر میں شافع بنے گا اپنے قاری کیلئے
ربِ اکبر نے دیا قرآن کو ایسا مقام

قدر کی شب اس میں افضل ہے مہینوں سے سوا
ایسی نعمت ہے کہ جس کا ہے بہت اونچا مقام

نیک کاروں کے دلوں کا جائزہ کر لیجئے
قلب پر بارِ گراں ہوتا ہے اسکا اختتام

خیر مقدم کر رہا ہے اس کا ثاقب صابری
بن گیا ہے اسکے احسانات میں رمضان کا نام

قدرِ شبِ قدر

رحمتوں کی گھٹا قدر کی رات ہے
قسمتوں کی جِلا قدر کی رات ہے

آج کی رات قرآن نازل ہوا
کتنی ذی مرتبہ قدر کی رات ہے

ماہِ رمضان کی سب سے نعمت بڑی
مرحبا مرحبا قدر کی رات ہے

رب نے فرمایا خَیرٌ مِن اَلفِ شَھر
نعمتِ دوسرا قدر کی رات ہے

آج کی شب زمیں پر مَلک آتے ہیں
مژدۂ جانفزا قدر کی رات ہے

ایسی نعمت کسی اور کو کب ملی
صدقۂ مصطفٰے قدر کی رات ہے

جوش پہ میری رحمت ہے لو مانگ لو
میرے رب کی ندا قدر کی رات ہے

رحمتوں کے خزانوں کی تقسیم ہے
لطفِ رب العلا قدر کی رات ہے

آسمانِ زمیں پر فروکش ہوئے
میرے رب العلا قدر کی رات ہے

جو بھی طالب ہوا اس کا دامن بھرا
شانِ جود و عطا قدر کی رات ہے

عرش سے فرش تک نور ہی نور ہے
تحفۂ پر ضیا قدر کی رات ہے

اسکے مشتاق سب اولیاء اصفیا
لیلیٰ دلربا قدر کی رات ہے

ناز تقدیر پر اپنی ثاقبؔ کرو
خوانِ رحمت سجا قدر کی رات ہے

جشن عید رمضان

گلبہارِ جہاں عیدِ رمضان ہے
رونقِ ہر مکاں عیدِ رمضان ہے

انبساط آفریں جس کی ہر اک گھڑی
وصلتِ دوستاں عید رمضان ہے

وَبِنِعمتِ رَبّکَ محمدِؐ کی شان
شوکتِ مومناں عید رمضان ہے

دیکھو دلہن نظر آرہی ہے زمیں
ضو فشاں ضو فشاں عید رمضان ہے

روشنی دل میں ہے دل کے باہر بھی ہے
نازشِ کہکشاں عید رمضان ہے

مسکراہٹ لبوں پہ ہے جلوہ فگن
ہر طرف گل فشاں عیدِ رمضان ہے

ہر گلی میں گلے ملتے آئے نظر
رشکِ حسنِ بتاں عیدِ رمضان ہے

حسن کو چار چاند اور بھی لگ گئے
شادی گلرخاں عیدِ رمضان ہے

شیر خرمے سیویوں کی بہتات ہے
لذتِ ہر زباں عیدِ رمضان ہے

غیر بھی آج آکر گلے ملتے ہیں
کیا پیارا سماں عیدِ رمضان ہے

اونچ اور نیچ کا فرق جس میں نہیں
ایسا اک سائباں عیدِ رمضان ہے

رنگتوں کی چکا چوند خوشیوں کی دھوم
اک حسین کارواں عیدِ رمضان ہے

خوش ہیں مسکین و غربا و نادار سب
نصرتِ بیکساں عیدِ رمضان ہے

ہر طرف ہے زکواۃ اور فطرے کی بات
دعوتِ نیکیاں عیدِ رمضان ہے

ہر کسی کو خوشی بانٹتی جاتی ہے
مادرِ مہرباں عیدِ رمضان ہے

آج ثاقبؔ کا دل اس سے مسرور ہے
خُلد کا ارمغاں عیدِ رمضان ہے

○

وداعِ ماہِ رمضان

نیکیوں کا ہے عطا ماہِ صیام　　خوانِ نعمت بن گیا ماہِ صیام
رحمتوں کی اک گھٹا ماہ صیام　　مغفرت کی ہے ردا ماہ صیام
ہم کریں کیسے جُدا ماہ صیام　　تو جو ہے فضلِ خدا ماہ صیام
حیف کیوں جانے لگا ماہ صیام

روزہ داری رب کی رحمت کا پیام　　روزہ داری حسن صحت کا نظام
روزہ داری طاعتِ رب کا مقام　　نیک دولت اسکے سجدے اور قیام
نیکیوں کا لیکے آیا اہتمام　　ٹھیس پہونچی [illegible] اس کا اختتام
حیف کیوں جانے لگا ماہ صیام

غمزدہ کیوں ہو رہے ہیں قلب و جاں　　کیا کوئی جانے لگا ہے میہماں
دیکھیے آنکھوں میں آنسو ہے نہاں　　سرد احساسات ہیں سب بے گماں
ہے تمناؤں کے لب پر اک فغاں　　کہہ رہی ہے نیک بندوں کی زباں
حیف کیو جانے لگا ماہ صیام

جب یہ آیا ماہِ رمضاں مرحبا — دل کے گلشن کا ہر اک غنچہ کھلا
جلوہ گر تھی ہر طرف شانِ خدا — شاد تھا مسرور تھا چھوٹا بڑا
شوق سے ہر ایک نے روزہ رکھا — نعمتوں سے رب کی دامن بھر لیا
حیف کیوں جانے لگا ماہِ صیام

نعمتِ سحری عجب تھی واقعی — لذتِ افطار تو بے مثل تھی
روزہ داری کی عجب دولت ملی — رحمتوں میں بس گئی تھی زندگی
رشک کے قابل بنی تھی بندگی — اک فرشتہ بن گیا تھا آدمی
حیف کیوں جانے لگا ماہِ صیام

ہاں وہ دن میں تھا تلاوت کا مزا — اور تراویح میں سماعت کا مزا
پھر وہ سحری کی ریاضت کا مزا — اور جمعہ کی جماعت کا مزا
ہر طرح کی وہ عبادت کا مزا — وہ زکوٰۃ اور وہ سخاوت کا مزا
حیف کیوں جانے لگا ماہِ صیام

شہر کی رونق مسجدوں کی تھی بہار — تھی نظر کی روشنی دل کا قرار
کیوں نہ ہو جان و دل ماہِ رمضاں پہ نثار — بن گیا تھا نیکیوں کا کوہسار

جذبۂ طاعت کا تھا ایسا خمار　　نفس بھی اب ہو گیا ہے غمگسار
حیف کیوں جانے لگا ماہِ صیام

قدر کی رات اپنے سینے میں چھپائے　　اور قرآں کی تلاوت کو سجائے
ہر طرف انوار کی دولت لٹائے　　روح پرور مژدۂ رحمت سنائے
فکر و احساسات کو روشن بنائے　　یوں صفاتِ رب کا اک جلوہ دکھائے
حیف کیوں جانے لگا ماہ صیام

وہ جو آکر بس گیا تھا ہم میں کل　　کس قدر پاکیزہ تھے فکر و عمل
دل پئے حسنات جاتا تھا مچل　　نیکیوں کا بن گیا تھا اک محل
وہ عبادت اور روزہ تھے سہل　　اب کہاں رمضان کا کوئی بدل
حیف کیوں جانے لگا ماہِ صیام

کیا ہو اپنے دل کی حالت کا بیاں　　سر اٹھانے لگ گیا سوزِ نہاں
رشکِ جنت بن گیا ہر اک مکاں　　اب نظر سے دور ہوگا وہ سماں
ہر خلش دل کی بنی ہے اک زباں　　اور کہتی ہے بہ اندازِ فغاں
حیف کیوں جانے لگا ماہ صیام

آتے ہی رمضان سارے ہو گئے با احتیاط
رشکِ انجم بن گئے قرآن کے سارے نقاط

پیکرِ قرآن سے ہوتا رہا جب اختلاط
سیر و فکر و عمل سے مل گئی آکر نشاط

حافظوں اور عالموں سے رات دن تھا ارتباط
وقتِ افطاری تو آتی مسکراتی انبساط

حیف کیوں جانے لگا ماہِ صیام

آخری روزے کے دن کا یہ زوال
آج پھر فطروں کا لایا ہے خیال

اب تصور میں ہیں کچھ چہرے نڈھال
نام لکھوانے لگے یہ خستہ حال

نظر جب ثاقبؔ پہ ڈالی ہے ہلال
دیکھ کر کہنے لگا اس کا ملال

حیف کیوں جانے لگا ماہِ صیام

عیدالاضحیٰ

لیکے تنویرِ ہدیٰ آئی ہے عیدالاضحیٰ
دل کا گلشن ہے سجا آئی ہے عیدالاضحیٰ

دیکھ لے گا یہ جہاں یادِ خلیلؑ کی بہار
لیکے سنت کا دیا آئی ہے عیدالاضحیٰ

کامرانیٔ خلیلؑ اور ذبیح اللہ سے
خوش ہے مخلوقِ خدا آئی ہے عیدالاضحیٰ

حج کے ارکان سبھی یادِ خلیل اللہ ہیں
دل میں پھر دیپ جلا آئی ہے عیدالاضحیٰ

جان و دل اپنے ہوں قرباں ذبیح اللہ پر
ہے یہی دل کی صدا آئی ہے عیدالاضحیٰ

عاشقِ رب کبھی شیطان سے دبتا ہی نہیں
دیکھیے اُن کی ادا آئی ہے عید الاضحیٰ

اپنے بیٹے پہ محبت ہو خدا کی غالب
راز اس کا یہ کھلا آئی ہے عید الاضحیٰ

اپنا شیطانِ لعین سب سے بڑا ہے دشمن
بچ کے رہنا ہے صدا آئی ہے عید الاضحیٰ

اپنی مرضی رہے اللہ کی مرضی کے تحت
اس میں اپنا ہے بھلا آئی ہے عید الاضحیٰ

اپنی قربانی میں ہو حق کی رضا کا جذبہ
لیکے جنت کا پتہ آئی ہے عید الاضحیٰ

صدقۂ ابن ذبیحین ملی ہیں خوشیاں
یہ بھی ہے فضلِ خدا آئی ہے عید الاضحیٰ

روشنی قلب و نظر پائیں گے اس سے بے شک
آج ہر اک نے کہا آئی ہے عید الاضحیٰ

ہر جگہ آج نظر آئے ہزاروں بکرے
ہر طرف شور ہوا آئی ہے عید الاضحیٰ

آج افلاک پہ ہیں شاد ملائک سارے
ڈیرا رحمت کا سجا آئی ہے عید الاضحیٰ

رب کی خوشنودی محمدؐ کی رضا کا دن ہے
باب رحمت ہے کھلا آئی ہے عید الاضحیٰ

عید قربان کی خوشیوں کی عجب لذت ہے
دل کا گلشن ہے ہرا آئی ہے عید الاضحیٰ

ایک دن حج کی سعادت بھی ملے گی ثاقبؔ
ہے یہ ارمان مرا آئی ہے عید الاضحیٰ

پیس اینڈ ڈیولپمنٹ کمیٹی ساؤتھ زون حیدرآباد

خوشیوں کا اک اجالا ہے اپنی پیس کمیٹی
الفت کا ایک شوالا ہے اپنی پیس کمیٹی

مظلوم و بے سہارا اب اسکو دیکھتے ہیں
امید کا ستارا ہے اپنی پیس کمیٹی

ہے امن اور ترقی اس کا بلند مقصد
قدرت کا بھی اشارا ہے اپنی پیس کمیٹی

روشن چراغ ہے یہ ہر گھر ہو اس سے روشن
عظمت کا ایک وسیلہ ہے اپنی پیس کمیٹی

مذہب کے فرق نے کب انسانیت کو توڑا؟
رحمت کا ایک دریا ہے اپنی پیس کمیٹی

انصاف اور مساوات اس کا ہے نیک مقصد
غم خوار کا سہارا ہے اپنی پیس کمیٹی

مایوسیوں میں جسکو ہر نظر ڈھونڈھتی ہے
یکجہتی کا سویرا ہے اپنی پیس کمیٹی

امن اور عافیت کی منزل کو پا ہی لے گی
اونچائیوں کا زینہ ہے اپنی پیس کمیٹی

پولیس اور شہری اسکے ستون اور چھت
دونوں کا اک بھروسا ہے اپنی پیس کمیٹی

اک نوجوان شرما ہیں اس کے سرپرست اب
امن و اماں کا رستہ ہے اپنی پیس کمیٹی

امن و اماں کے ساتھ چاہتی ہے یہ ترقی
کتنی بلند و بالا ہے اپنی پیس کمیٹی

نانک جی اور صادق، احمد علی خاں نواب
اک کہکشاں کا جلوا ہے اپنی پیس کمیٹی

وابستہ ہو کے اس سے قسمت سنوار لیں گے
گہوارۂ عافیت کا ہے اپنی پیس کمیٹی

اپنا کے اسکو ثاقب ہم ناز کر رہے ہیں
انسانیت کا شیوا ہے اپنی پیس کمیٹی

مینارٹی ویلفیر کا منصوبہ

ہم آج حکومت کے اقدام پہ ہیں شاداں
ہم جسکے رہے طالب پورے وہ ہوئے ارماں
اب چیف منسٹر جو لائے یہ نئے ساماں
ہے اپنے مصائب کا بیشک یہ بڑا درماں
مینارٹی ویلفیر کے اقدام سے سب خوش ہیں

موجودہ حکومت کی دانش کا نتیجہ ہے
بہبود اقلیت کا اس میں اجالا ہے
اس ملک میں منصوبہ یہ سب سے نرالا ہے
اب چیف منسٹر کے سر پر ہی یہ سہرا ہے
مینارٹی ویلفیر کے اقدام سے سب خوش ہیں

شبیر کی کاوش نے یہ رنگ دکھایا ہے
امید کے پھولوں کا گلدستہ سجایا ہے
لوگوں نے بہت اس سے امید لگایا ہے
ماحول میں اب پیدا ہر سمت اجالا ہے
مینارٹی ویلفیر کے اقدام سے سب خوش ہیں

اب روزگار کے پھر موقعے نکل رہے ہیں
تعلیم و تربیت کے منصوبے ڈھل رہے ہیں
فیضانِ عام کے اب چشمے اُبل رہے ہیں
اب دن اقلیت کے پھر سے سنبھل رہے ہیں
مینارٹی ویلفیر کے اقدام سے سب خوش ہیں

پانچ سو کروڑ کا اک منصوبہ آ گیا ہے
نرسمہا راؤ کا یہ اعلان و فیصلہ ہے
بھاسکر ریڈی ہماری اُمید کا دیا ہے
مینارٹی کا بے شک ہمدرد و رہنما ہے
مینارٹی ویلفیر کے اقدام سے سب خوش ہیں

کانگریس کی جماعت اک مینار سیکولر ہے
یکساں یہ مقاصد میں اندر بھی ہے باہر ہے
یہ شہر قلی اپنا یکجہتی کا پیکر ہے
اس میں تو ہیر کو چرچا یہی گھر گھر ہے
مینارٹی ویلفیر کے اقدام سے سب خوش ہیں

دل اپنا منسٹر پہ اور چیف پہ نازاں ہے
اب اور نکھرنے کو اپنا یہ گلستاں ہے
امید کی طاقت سے مسرور اب ارماں ہے
ثاقبؔ بھی مسرت سے سرشار ہے شاداں ہے
میناریٹی ویلفیر کے اقدام سے سب خوش ہیں

تعارفِ سیکولر ایکتا کمیٹی حیدرآباد

امید کا سہارا اپنی سیکولر ایکتا ؛ تسکین کا کنارا اپنی سیکولر ایکتا
یکجہتی قوم کی اب ہے ملک کی ضرورت ؛ یکتا کا اک مینارا اپنی سیکولر ایکتا
ہندو ہوں یا مسلماں، عیسائی ہوں کہ سکھ ہوں ؛ ان سب کا ایک رشتہ اپنی سیکولر ایکتا
عقل و تمیز و ادراک روشن گہر ہیں اسکے ؛ تہذیب کا اثاثہ اپنی سیکولر ایکتا
کشتی پناہ لینے آتی ہے جسکے دامن ؛ دریا کا وہ کنارا اپنی سیکولر ایکتا
راجندر سنگھ، حیدر، مکی، شنکر، مظفر ؛ ہے کہکشاں کا جلوا اپنی سیکولر ایکتا
درویش و منوہر راج فضل اللہ و چڈھا ہیں ؛ تاریکیوں میں شمع اپنی سیکولر ایکتا
ہر فکر و ذہن کو اب اک روشنی ملے گی ؛ بن جائے گی ستارا اپنی سیکولر ایکتا
اہل وطن کے حق میں ہے رہنمائے منزل ؛ ہے سب کا اک بھروسا اپنی سیکولر ایکتا
ثاقبؔ کا یہ تعارف آئینہ بن گیا ہے ؛ اس میں دکھائی چہرہ اپنی سیکولر ایکتا

امن کی ضرورت

اس زمیں کے سینے پر جو بھی رہتے بستے ہیں
اشرف الخلائق ہیں سب یہی تو کہتے ہیں
گو جدا زبانیں ہیں مختلف عقیدے ہیں
ایک باپ ماں کے سب بیٹیاں ہیں بیٹے ہیں

آج ابنِ آدم کو امن کی ضرورت ہے

گاندھی جو اہر لال وہ ابوالکلام، سردار
ہند کو بنایا ہے ایک سیکولر مینار
آنکھ کھول کر پڑھ لیں وہ نوشتۂ دیوار
کر رہے ہیں جو کوشش توڑنے کی ہیں غدّار

آج ہند والوں کو امن کی ضرورت ہے

امن کا بنائیں ہم اسکو ایک گہوارہ
اپنا دیس بن جائے سب کی آنکھ کا تارا
ہم دلوں کو جوڑینگے اور بنائینگے مالا
جگمگائے گا جس سے اپنے دیس کا چہرا

آج قوم کو اپنی امن کی ضرورت ہے

وقت کا تقاضا ہے سب کو مل کے رہنا ہے
ہند کی فضاؤں میں ہمکو رہ کے بلنا ہے
عقل و ہوش والوں کا اب یہی تو کہنا ہے
جو بھی آگ بھڑکائے اس سے ہمکو بچنا ہے

آج قوم کو اپنی امن کی ضرورت ہے

متحد اگر ہوں تو ہم بنیں گے اک قالب
کوئی غیر دشمن ہو اس پہ ہونگے ہم غالب
امن و عافیت کی اب ساری دنیا ہے طالب
دیکھ کر یہ بدامنی غم گسار ہے ثاقب

آج قوم کو اپنی امن کی ضرورت ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گلدستۂ سخن

مختلف موضوعاتی نظموں کا مجموعہ

مصنف

محمد امان علی ثاقب صابری

سنہ ۱۹۹۱ء

پتہ

مکان نمبر 22-8-467 عقب مسجد یکخانہ پرانی حویلی

حیدرآباد 500002

فون 526919

تعارف گلدستۂ سخن

فکروں کا اک اجالا گلدستۂ سخن ہے
موضوع کا احاطہ گلدستۂ سخن ہے
ہر زاویہ نظر کا دانش کے ساتھ مل کر
پایا ہے جو نتیجہ گلدستۂ سخن ہے
اس دور کا تقاضا جس کا ہوا ہے طالب
تعمیر کا اثاثہ گلدستۂ سخن ہے

اس دور کے مفکروں، دانشوروں، شعراء و قلم کاروں سے دنیا کے بالعموم اور اپنے ملک کے موجودہ حالات بالخصوص یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اپنی فکری و تخلیقی صلاحیتوں کو حب الوطنی کے فروغ خوشحالیٔ وطن کے استقرار، جمہوریت کے استقلال اور سیکولرازم کی وسعت و استحکام کے لئے دلکش اور عام فہم انداز میں عوام کے سامنے پیش کریں۔ اسی احساس اور تقاضے نے اس شاعر کے قلم سے سماج اور قوم کے مختلف گوشوں اور متفرق زاویوں کی تصویر کشی فکر و شعر کے آئینے میں کی ہے کہ ایک صالح ذہن تشکیل و فروغ پا سکے۔

خیر اندیش

محمد امان علی ثاقب صابری

ج

بسمہٖ تعالیٰ

فہرست موضوعاتِ گلدستہ

سلسلہ نمبر		صفحات

قومی یکجہتی کی اہمیت وضرورت

قوم کی توقیر وعظمت قومی یکجہتی میں ہے
ملک اور ملت کی عزت قومی یکجہتی میں ہے

ایک ہی کنبے کے ہیں افرادِ اقوام و ملل
سارے فرقوں کی رفاقت قومی یکجہتی میں ہے

مثلِ گلدستہ رہینگے اختلافِ ذات میں
یہ حسیں احساسِ اخوت قومی یکجہتی میں ہے

شیر وشکر کی طرح رہتے یہاں دیکھا جہاں
ہاں یہی اپنی روایت قومی یکجہتی میں ہے

چھوڑ کر بغض اور کینہ ہم مٹائیں اختلاف
آج ہم سب کی ضرورت قومی یکجہتی میں ہے

زیورِ قومی بنا کر اسکو ہوں گے سرفراز
نیک انساں کی شرافت قومی یکجہتی میں ہے

جگمگاتا ہی رہے گا جس سے تاجِ زندگی
وہ دُرِ شہوارِ حکمت قومی یکجہتی میں ہے

قوم اور افراد کی تقدیر روشن جس سے ہے
سر بلندی عدالت قومی یکجہتی میں ہے

متحد ہو جائیں ہم تو اک بڑی طاقت بنیں
قوم کی ساری حرارت قومی یکجہتی میں ہے

ایک ہی دیوار کی مانند ہم ہو جائیں کاش
ایک طاقتِ معیشت قومی یکجہتی میں ہے

شہریوں میں اپنے کوئی امتیاز اس کو نہ ہو
حسنِ معیارِ حکومت قومی یکجہتی میں ہے

معترف ہے اس حقیقت کا زمانہ کا چلن
پُر سکوں لطفِ عبادت قومی یکجہتی میں ہے

قوم کی تعمیرِ نو کا ہے اسی میں ولولہ
بے شبہ داروئے غربت قومی یکجہتی میں ہے

بین الاقوام جہاں میں ہیں یہی سکّے کھرے
دانش و فکر و فراست قومی یکجہتی میں ہے

قتل ناحق ظالموں کا اب وطیرہ بن گیا
ایسے جرموں کی قباحت قومی یکجہتی میں ہے

اب زمینِ ہند پہ اسکی حفاظت چاہیئے
امن عالم کی ضمانت قومی یکجہتی میں ہے

اسکو اپنا کر خدا کے پاس بھی مقبول ہوں
خالقِ عالم کی رحمت قومی یکجہتی میں ہے

ملک اور ملت کی الفت کا وہ جس میں کیف ہے
ساغر عشق و محبت قومی یکجہتی میں ہے

پیشوایانِ مذاہب سب ہیں اس پر متفق
جادۂ رُشد و ہدایت قومی یکجہتی میں ہے

سنت و سادھو اور مشائخ سب ہی ہیں اسکے نقیب
ان کا سب اندازِ خدمت قومی یکجہتی میں ہے

قوم کی لاشوں پہ بیٹھے چاہتے ہیں اقتدار
ایسے بدبختوں کو نفرت قومی یکجہتی میں ہے

صرف مٹھی بھر ہیں ظالم نشۂ طاقت میں چور
ورنہ اپنی اکثریت قومی یکجہتی میں ہے

متحد ہو کر محبانِ وطن ہوں ہم قدم
مختلف فرقوں کی وحدت قومی یکجہتی میں ہے

اختلافِ ذات و مذہب پھول کی مانند ہیں
ان کے گلدستے کی صورت قومی یکجہتی میں ہے

ابنِ آدم سب کے سب اعضائے یکدیگر تو ہیں
قول سعدی کی یہ حکمت قومی یکجہتی میں ہے

جب زمانہ مبتلائے درد کرتا ہے انھیں
سارے ان دردوں کی راحت قومی یکجہتی میں ہے

ہند جیسے ملک میں یہ لازم و ملزوم ہے
برقراری حکومت قومی یکجہتی میں ہے

سارے مردانِ حق آگاہی کا ثاقبؔ قول ہے
جوہرِ حق کی حفاظت قومی یکجہتی میں ہے

فرقہ پرستی کا روپ

عجب دن دکھاتی ہے فرقہ پرستی
جو باہم لڑاتی ہے فرقہ پرستی

اگرچہ وہ اک ساتھ رہتے ہوں لیکن
محبت مٹاتی ہے فرقہ پرستی

ہے مکر و فریب اور جھوٹ اس کا شیوہ
کہ حق کو چھپاتی ہے فرقہ پرستی

زباں اور لب خشک، آنکھوں میں سرخی
کچھ ایسا رُلاتی ہے فرقہ پرستی

نہ شربت نہ چائے نہ کافی نہ ٹھنڈا
مگر خوں پلاتی ہے فرقہ پرستی

نہ روٹی نہ کھانا، دوائیں نہ میوہ
فقط غم کھلاتی ہے فرقہ پرستی

تباہی و بربادیوں کے کھنڈر پہ
کھڑی مسکراتی ہے فرقہ پرستی

کبھی زندگی میں جو سننے نہ پائے
وہ سب کچھ سناتی ہے فرقہ پرستی

نہ سر ہے نہ دھڑ ہے کمر ہے نہ پاؤں
کہانی سناتی ہے فرقہ پرستی

کبھی نیک کاموں میں جاتے نہیں تھے
انھیں کو بلاتی ہے فرقہ پرستی

خدا کی عدالت کے قائل نہیں جو
انھیں کو تو بھاتی ہے فرقہ پرستی

نہیں کام کرتی ہے عقل اور دانش
گڑھے میں گراتی ہے فرقہ پرستی

زمیں پر نہیں ٹکنے دیتی کسی کو
زمیں میں سلاتی ہے فرقہ پرستی

اسے ترس معصوم بچوں پہ کب ہے
کلیجے چباتی ہے فرقہ پرستی

کبھی اسکو گھر میں نہ آنے دیں ہرگز
کہ بیوہ بناتی ہے فرقہ پرستی

گھروں کو جلاتی ہے فرقہ پرستی
قیامت اٹھاتی ہے فرقہ پرستی

زمانے میں جس کا نہیں کوئی منتر
وہ جادو جگاتی ہے فرقہ پرستی

سیاست معیشت کی ہے زہر قاتل
حکومت گراتی ہے فرقہ پرستی

عدالت کی منکر، صداقت کی دشمن
فقط شر مچاتی ہے فرقہ پرستی

ذرا ہوش میں آؤ اور جوش چھوڑو
یہ کس کام آتی ہے فرقہ پرستی

سبھی پیشواؤں نے بتلا دیا ہے
جہنم دکھاتی ہے فرقہ پرستی

ہے اسلام تو اس کا کٹر مخالف
خدا کو بھلاتی ہے فرقہ پرستی

خدا ہی تو معبود ہے اسکو سمجھیں
خدا سے چھڑاتی ہے فرقہ پرستی

کبھی درمیاں میں نہ آنے دیں اسکو
کہ جھگڑا بڑھاتی ہے فرقہ پرستی

خدا کیلئے دور ہی اس سے رہنا
کے نفرت سکھاتی ہے فرقہ پرستی

یہ معصوم سے شیرخواروں کو افسوس
شہادت پلاتی ہے فرقہ پرستی

سنبھل کر رہیں اس سے دامن بچائیں
کہ پاگل بناتی ہے فرقہ پرستی

یہ کیسٹ کی چادر میں خود کو چھپا کر
عجب گیت گاتی ہے فرقہ پرستی

خدا ہی کرے دیس کی اب حفاظت
یہاں بڑھتی جاتی ہے فرقہ پرستی

نہ ہوں ایک ہندو مسلمان اور سکھ
یہی تو سمجھاتی ہے فرقہ پرستی

سیکولر نہ ہو ملک اور خود ہو حاکم
یہ نقشہ بناتی ہے فرقہ پرستی

ضرورت ہے اب قوم پرور ہوں یک مشت
کہ چیلنج لاتی ہے فرقہ پرستی

نہیں خیر کی اس سے امید رکھنا
بری راہ لگاتی ہے فرقہ پرستی

سبھی اہلِ دانش کا ہے قول ثاقب
عجب گل کھلاتی ہے فرقہ پرستی

○

کبھی درمیاں میں نہ آنے دیں اسکو
کہ جھگڑا بڑھاتی ہے فرقہ پرستی

خدا کیلئے دور ہی اس سے رہنا
کے نفرت سکھاتی ہے فرقہ پرستی

یہ معصوم سے شیر خواروں کو افسوس
شہادت پلاتی ہے فرقہ پرستی

سنبھل کر رہیں اس سے دامن بچالیں
کہ پاگل بناتی ہے فرقہ پرستی

یہ کیسٹ کی چادر میں خود کو چھپا کر
عجب گیت گاتی ہے فرقہ پرستی

خدا ہی کرے دیش کی اب حفاظت
یہاں بڑھتی جاتی ہے فرقہ پرستی

جسم پر کیوں تیرے زخم کے ہیں نشاں
خون کے اشک آنکھوں سے کیوں ہیں رواں

پیار سے دیکھ کر میری جانب کہا
میرے بچے سنو حال میری زباں

میں ہوں دنیا میں مشہور ہندستاں
مجھکو کہتی ہے سب خلق جنت نشاں

ہائے افسوس میں یوں اجاڑی گئی
دیکھ کر مجھکو ہنستا ہے اب آسماں

میری تاریخ پڑھ کر وہ تھا شادماں
جانتا ہے وہ صدیوں سے یہہ بے گماں

رشک فردوس تھا میرا امن واماں
مجھ میں دریا رواں اور چمن گل فشاں

مجھ میں برفیلی کشمیر کی گھاٹیاں
مجھ میں گنگا و جمنا کی ہیں وادیاں

مجھ پہ ہے رب کی قدرت بہت مہرباں
وہ ہمالہ میرا ہے میرا پاسباں

جان میری یہی ہیں ہمہ رنگیاں
مختلف پھول سے جیسے ہو گلستاں

مجھ پہ مذہب کئی اور کئی ہیں زباں
جیسے تارے نظر آئیں در آسماں

مجھ میں کاشی بنارس ہے اجمیر ہے
میرے کشمیر میں خلد کا ہے سماں

ساری دولت سے دامن میرا مالا مال
میرا ثانی زمیں پر نہیں بے گماں

وہ اشوک اور اکبر کی گل کاریاں
رام کی عظمتیں کرشن کی بنسریاں

وہ گوتم کبیر اور نانک میرے
آئیں آزاد گاندھی سے آزادیاں

جب تلک تھے وہ انگریزیاں حکمراں
میرے پیچھے تھے سب ہم قدم ہم زباں

دشمنی اور لڑائی نہ تھی درمیاں
جسم تو مختلف تھے مگر ایک جاں

جذبۂ حریت کی تھی وہ ترجماں
ہر زباں پہ تھی اس وقت اردو زباں

تب غلامی کی زنجیر کو توڑ دی
کر کے قربان سب اپنے جسم و جاں

بعد آزادی جب ایک طوفاں اُٹھا

میرا اگا ندھی نچھاور کیا تجھ پہ جاں

جب جواہر دوادھا کشن تجھ میں تھے

کیسا روشن تھا وہ دور امن واماں

پھر نہ جانے وہ بدنظر کس کی لگی

ہر طرف اب فسادات کا ہے دھواں

لٹ رہی ہے دکاں جل رہے ہیں مکاں

بھائی ہے بھائی کا قاتل جسم وجاں

کٹ رہے ہیں وہ معصوم اور بے زباں

الحفیظ الحفیظ الاماں الاماں

آج پنجاب وہ کشمیر برباد ہیں

اور آسام میں بھی ہے شورش عیاں

رام کے نام پر بھی جھگڑا کھڑا
سر اٹھائی ہیں ہر سمت بدامنیاں

سچ ہے دنیا میں فرقے قبائل بنے
یہہ بھی سچ، ایک ہیں سب کے باپ و رماں

آدمیت و انسانیت کیلئے
سب ہدایت کا احساس ہے ایک ساں

بھائی چارے کی تعلیم دیتے ہیں سب
دیکھو گیتا گرنتھ بائبل و قرآں

پر ہیں بچے میرے آج محو فغاں
ہر طرف آہ وزاری ہے اور سسکیاں

غم میں ڈوبی ہوں اب خون روتی ہوں اب
چین دل کو میرے کیسے آئے یہاں

پل رہی ہے جو فرقہ پرستی یہاں
اسکے دامن میں ساری ہیں بربادیاں

تجھ پہ صدقے میری جان اے میری ماں
کیا ہے فرقہ پرستی ذرا کر بیاں

تو بیاں کرتی ہوں شاعری کی زباں
بات کو غور سے میری سُن لو میاں

فرقہ پرستی کا روپ ؎ نظم

وقت کی پکار

یہ نفرتوں کو چھوڑ دو، دلوں کو اپنے جوڑ دو
یہ قتل و خون و دشمنی کے سلسلوں کو توڑ دو
جفا کی دھار موڑ دو یہ وقت کی پکار ہے

ہماری ماں بھی ایک ہے ہمارے باپ ایک ہیں
ولی فقیر و سنت ہیں یہ کیسے نیک ہیں
ہمیں بھی ایک ہونے دو یہ وقت کی پکار ہے

ہزاروں سال سے یہاں ہیں میل سے ملاپ سے
ضمیر کہہ رہا ہے کیا یہ پوچھو اپنے آپ سے
یہ شر کی راہ چھوڑ دو یہ وقت کی پکار ہے

چرند اور پرند کی حیات کو بھی دیکھ لو
مروّت اور خلوص کی صفات کو بھی دیکھ لو
حقیقی آدمی بنو یہ وقت کی پکار ہے

یتیم کتنے ہو گئے سہاگ کتنے لٹ گئے
یہ خون کی ہیں دھاریاں یہ آپ کس میں جٹ گئے
اب آپ ہاتھ روک لو یہ وقت کی پکار ہے

خدا کو ناپسند ہے، نہ رام کو پسند ہے
شہید اک طرف حمیدؒ ایک طرف ملکندؒ ہے
یہ کام بد ہے بند ہو یہ وقت کی پکار ہے

مکاں جلا کے شاد ہیں چھرا چلا کے شاد ہیں
یعنی کہہ رہا ہے کیسے آدمی نژاد ہیں
سبق کچھ اس سے سیکھ لو یہ وقت کی پکار ہے

زمین پر فساد کو ہوا نہ دیں یہ حکم ہے

عجیب بات ہے کہ نظم و ضبط میں بھی سقم ہے
بھلائی پر کمر کسو یہ وقت کی پکار ہے

کوئی سنائے جاتا ہے ادھر گرے اُدھر گرے
تلاش پر پتہ چلا کہیں نہیں مگر گرے
نہ افواہ پر یقیں کرو یہ وقت کی پکار ہے

وہ اپنے اقتدار کے نشان اس میں گاڑنے لگے
وہ دیس کے لطیف گلبدن کو چھیدنے لگے
اٹھو کہ متحد رہو یہ وقت کی پکار ہے

انھیں نہیں یہ فکر کہ تباہی غالب آئیگی
ہوس کی آگ بڑھ کے آشیانے سب جلائے گی
لگام ان کے منہ میں دو یہ وقت کی پکار ہے

وہ کل تلک جو ساتھ تھے وہ اس جہاں سے چل دیے
جو ہیں وہ کل کے خوف سے لرز لرز کے رہ گئے

حفظ خدا ہی سے ڈرو یہ وقت کی پکار ہے

دکانِ تفرقہ پسندی اب سجا رہے ہیں وہ
سیکولرزم کے درخت کو گرا رہے ہیں وہ
قدم بڑھا کے روک دو یہ وقت کی پکار ہے

تمام ہو کے صف بہ صف تمام ہو کے ہم قدم
بچاؤ عظمتِ وطن رہے بلند یہ علم
روایتوں کا دم بھر دیہ وقت کی پکار ہے

یہ ثاقبؔ کہن کی بات اس کو غور سے سنو
بھلا کے اختلاف کو دلوں کو پیار سے بھرو
امن سے چین سے رہو یہ وقت کی پکار ہے

ہندوستاں ہمارا

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
اپنا وطن پیارا ہندوستاں ہمارا

انسان اس جہاں کے کرتے ہیں ناز جس پر
ایسا ہے اک دلارا ہندوستاں ہمارا

جس میں کئی مذاہب جس میں کئی زبانیں
باندھا ہے ایسا سہرا ہندوستاں ہمارا

وہ آریہ کہ مسلم عیسائی، پارسی ہوں
سب کو یہاں نوازا ہندوستاں ہمارا

یہ سارے ابن آدم شاخیں ہیں اک شجر کی
ہے سب کا آشیانا ہندوستاں ہمارا

ہندو، سکھ مسلماں، عیسائی پارسی سے
گلدستہ اک سجایا ہندوستاں ہمارا

اقوامِ کُل جہاں میں ہے امتیاز اُسکو
جو راستہ دکھایا ہندوستاں ہمارا

یاں غیر مذہبیت ، بنیاد مملکت ہے
دنیا کو یہہ دکھایا ہندوستاں ہمارا

اہلِ وطن کی قسمت روشن ہوئی ہے جس سے
جمہوریت کا تارا ہندستاں ہمارا

رونق اُسی کے دم سے ہر سمت جلوہ گر ہے
فردوس کا نظارا ہندوستاں ہمارا

ہر ظلم کا مخالف، ڈکٹیٹری کا دشمن
کمزور کا سہارا ہندوستاں ہمارا

دنیا کی ظلمتوں سے بیزار ہے سراسر
اک شمع پُر اجالا ہندوستاں ہمارا

شر اور فتن کے آگے جھکتا نہیں کبھی بھی
امن و اماں کا ملجا ہندوستاں ہمارا

دنیا کے سب ممالک پاتے ہیں فیض اس سے
ہے بخششوں کا دریا ہندوستاں ہمارا

برفیلی وادیوں کے ٹھنڈی ہوا کے جھونکے
گہوارا اک نیارا ہندوستاں ہمارا

شکل حسیں دوشیزہ ندیاں ہیں پیاری پیاری
ہے ملک یہ ہمارا ہندوستاں ہمارا

دنیا کی عظمتوں کا ہے تاج تاج اپنا
الفت کا ہے شوالا ہندوستاں ہمارا

گوتم کی روشنی ہے اور رام کا اُجالا
نانک کبیر والا ہندوستاں ہمارا

توحید کے گلوں سے اب باغ کو سجایا
چشتی پیا ہمارا ہندوستاں ہمارا

انسان ہیں سراسر اک دوسرے کے بھائی
ہمکو یہی سکھایا ہندوستاں ہمارا

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
اقبال نے یہ لکھا ہندوستاں ہمارا

مٹ جائے سب جہالت غربت ہو دور سب کی
بیڑا یہی اٹھایا ہندوستاں ہمارا

بدخواہوں کی نگاہیں اٹھیں نہ اسکی جانب
ہم سب کو یوں پکارا ہندوستاں ہمارا

امن اور عافیت کے دامن کو تھام لیں سب
پھولا نہیں سماتا ہندوستاں ہمارا

خوش حالیٔ وطن ہے وابستہ عافیت سے
ثاقبؔ کو یہ سنایا ہندوستاں ہمارا

فضائے جشن آزادی

○

آئی ہے پھر بہار کی بارات دیکھئے
نیرنگیوں کی لیکے طلسمات دیکھئے

جان چمن نسیم ہے محو خرام آج
اور وجد میں ہیں سارے نباتات دیکھئے

رم جھم برس رہے ہیں جو بادل زمین پر
ہاں یہ مسرتوں کی ہے برسات دیکھئے

باغوں سے آج پھول بھی آئے ہیں جوق جوق
ہر سمت مسکراتی عمارات دیکھئے

سجنے لگی ہیں بزمِ نشاط و سرور آج
رونق فزا ہیں چاروں ہی اسمات دیکھئے

فرطِ خوشی سے آج ہیں جذبات رقص میں
کیتنے حسیں ہیں آج یہہ لمحات دیکھئے

دلہن بنی ہوئی ہے مرے دیس کی زمیں
حُبِ وطن کے جاگتے اثرات دیکھئے

لہرا رہے ہیں آج فضاؤں میں جو نشاں
آزادیٔ وطن کی علامات دیکھئے

اپنوں کے ہاتھ قوم کی اب باگ ڈور ہے
محفوظ اس میں اپنے مفادات دیکھئے

عالم کی بزمِ خاص میں اپنا ہوا شمار
گاندھی کی کاوشوں کی یہہ برکات دیکھئے

دیہات کی زمیں سے شہروں کے باغ تک
اب جاگ اٹھے ہیں قوم کے جذبات دیکھئے

منزل کی سمت قافلہ اب ہے رواں دواں
وہ سامنے ہیں اپنے مقامات دیکھئے

ہر دل میں ہے سرور کا طوفاں اٹھا ہوا
ہوں مشعل حیات یہ جذبات دیکھئے

منزل تھی جن نفوس کی آزادیٔ وطن
کچھ ان کے درد و غم کی حکایات دیکھئے

محنت مشقتوں کی ضرورت ہے اور ہے
ہم چاہتے اگر ہیں مساوات دیکھئے

ثاقبؔ نہ اٹھ سکے کسی بدخواہ کی نظر
اپنا کے پھر سے اپنی روایات دیکھئے

جشنِ جمہوریت

دیکھئے اس ترنگے کی رنگینیاں　　دیس والوں میں ہیں اس سے سرشاریاں
چھٹ گئیں ظلم اور جور کی بدلیاں　　شہریوں کو ملیں اس سے آزادیاں
اس سے وابستہ گلشن کی گل کاریاں　　سارے فرقوں مذاہب کی بہبودیاں
اس کی ہے شان ساری ضیا باریاں　　اس کی شوکت پہ قربان یہ گلستاں
آئیے آج ہے جشنِ جمہوریت

کام آہی گئیں اپنی قربانیاں　　دیس کو مل گئیں اپنی آزادیاں
چھٹ گئیں جب غلامی کی سب بدلیاں　　لیکے حسنِ ارم آگئیں بجلیاں
اپنے دستور کی جب تھیں تیاریاں　　چھاننے لگ گئے فکر کی وادیاں
اہلِ دانش نے سلجھائیں یوں گتھیاں　　طرزِ جمہور کو مل گئیں یاریاں
آئیے آج ہے جشنِ جمہوریت
وہ تھی تاریخ چھبیس ۲۶ مہ جنوری　　سال انیس سو اور پچاس عیسوی

جاں کا ٹا گیا وہ جو تھا مغربی — اب نہ باقی رہا شکوۂ کمتری
ہندوالوں کی تقدیر بھی کھل گئی — پھیلی جمہوریت کی عجب روشنی
سارے فرقوں کو یکساں ضمانت ملی — سب برابر ہوئے ہند کے آدمی

آیئے آج ہے جشنِ جمہوریت

ظلم اور جور کا مٹ گیا ہے حصار — توڑ زنجیر آزاد ہے اب دیار
چاند تارے بھی ہیں آج اس پر نثار — ہند کے گلستاں میں ہے فصلِ بہار
یاد آتے ہیں سب قائدِ نامدار — جن کے احسان میں ہم ہیں سب زیربار
طرز جمہوریت میں ہے جشنِ قرار — ہاں اسی کاز کی آج ہے یادگار

آیئے آج ہے جشنِ جمہوریت

ہر طرف آج خوشیوں کی بارات ہیں — آج بندوں پہ رب کی عنایات ہیں
کیف و مستی میں سرشار لمحات ہیں — بقعۂ نور ساری عمارات ہیں
ملک میں سب کے رنگین جذبات ہیں — وجد میں لانے والے یہ نغمات ہیں
کس مسرت سے باہم ملاقات ہیں — طرز جمہوریت کی یہ برکات ہیں

آیئے آج ہے جشنِ جمہوریت

قوم کو لوٹ کر کوئی بچتا نہیں　　　کوئی بد نفس اب یاں پنپتا نہیں
جس کے دل میں کوئی دیپ جلتا نہیں　　　وہ اندھیروں سے بچکر نکلتا نہیں
جو صداقت کے رستے پہ چلتا نہیں　　　وہ عدالت کے پھندے سے بچتا نہیں
راہ جمہور پر جو گذرتا نہیں　　　اُس کے آگے کوئی اور رستا نہیں

آیئے آج ہے جشن جمہوریت

آؤ کندھے سے کندھا ملا کر چلیں　　　اک نیا دیپ اپنا جلا کر چلیں
اپنی منزل پہ نظریں جما کر چلیں　　　خود کو ناکامیوں سے بچا کر چلیں
پھول کی طرح سے مسکرا کر چلیں　　　سارے کانٹوں سے دامن چھڑا کر چلیں
شکل جمہوریت کو سجا کر چلیں　　　ہم شرافت کو شیوا بنا کر چلیں

آیئے آج ہے جشن جمہوریت

آج ثاقب بھی ہے شادماں شادماں　　　یہ جو ہر سمت ہے جشن کا اک سماں
دیس تو بن گیا اپنا رشک زماں　　　لوگ کچھ ہیں یہاں اب بھی محو فغاں
جن کی فرقہ پرستی ہے سب پر عیاں　　　چیرہ دستی سے انکی ہیں صرف زیاں
خون سے رنگین ہوتی ہے اب داستاں　　　دیکھ کر اسکو روتے ہیں سب انس و جاں
کاش ہو جائیں سب ہم قدم ہم زباں　　　رشک جنت بنے گا مرا گلستاں

آیئے آج ہے جشن جمہوریت

علم کی اہمیت و ضرورت

علم نعمت بھی ہے علم دولت بھی ہے
زندگی کی بڑی اک ضرورت بھی ہے

ہے جہالت اندھیرا، غمِ زندگی
علم کے ساتھ انساں کی راحت بھی ہے

علم انسانیت کا حسیں تاج ہے
یہ شرافت بھی ہے اور عظمت بھی ہے

اپنے خالق کی پہچان کا نور ہے
قلب اور روح کی ایک جنت بھی ہے

علم کا سیکھنا اور سکھانا ہے فرض
اس میں عزت بھی ہے حسنِ خدمت بھی ہے

رہبر منزل کامیابی ہے یہ
علم اللہ کی ایک رحمت بھی ہے

علم ہی سے عدالت شجاعت بھی ہے
علم ہی سے وقار سیاست بھی ہے

بزم کی شمع ہے رزم کی جان ہے
شاعری اس کی مرہونِ منت بھی ہے

اس کی چوکھٹ پہ موسیقی دربان ہے
ساز و آواز میں اس سے ندرت بھی ہے

پیشوایانِ مذہب کا یہ قول ہے
علم کا سیکھنا ایک عبادت بھی ہے

علم کی جوت ہے رہبرِ زندگی
اس میں قوت بھی ہے اور حرارت بھی ہے

اس کا انجام راحت ہے پُر کیف ہے
اس میں پہلے پہل کچھ مشقت بھی ہے

مغربی دیس میں عام تعلیم ہے
اُن کا سرمایہ صنعت ہے حرفت بھی ہے

اس کا احسان ہر ایک شعبے پہ ہے
اسکی ممنون اپنی زراعت بھی ہے

علم کو اپنا زیور بنائیں گے ہم
اسکی مشتاق ہر اک کی قسمت بھی ہے

دولتِ علم سے ہوں گے ہم مالا مال
مہرباں آج اپنی حکومت بھی ہے

اسکو اپنا کے ہو جائیں گے سُرخرو
اکشر جیوتی اسکیم نعمت بھی ہے

کوئی بے علم ہم میں نظر آئے نا
علم تو ایک قومی ضرورت بھی ہے

علم و صحت صفائی سے ہے بانکپن
سرفرازی کی اپنی ضمانت بھی ہے

شیر خواروں کو ٹیکے دلائیں ضرور
اس سے وابستہ بچوں کی صحت بھی ہے

اپنا گھر اور آنگن سدا صاف ہوں
سارے کنبے کی اس میں مسرت بھی ہے

اسکے آگے خجل نجم ثاقب بھی ہے
اسکے انوار میں قومی وحدت بھی ہے

○

وقت کے اس تقاضے کو پہچان لو — حق تعالیٰ کی مرضی پہ چلتے رہو
چاک ہونے نہ دو دامنِ صبر کو — اپنے سرکارِ رحمت کو آواز دو
آپسی دشمنی چھوڑ دو بھائیو
وقت کا بھی تقاضا ہے یہ دوستو

ہم ہیں ابنائے آدم برے یا بھلے — اور مصائب کے دامان میں ہیں پلے
آ ہئے آدمیت کے پرچم تلے — سطحِ دریا پہ کشتی سلامت چلے
آپسی دشمنی چھوڑ دو بھائیو
وقت کا بھی تقاضا ہے یہ دوستو

غمزدوں دکھ بھروں کی حمایت کرو — مال و دولت سے اُن کی اعانت کرو
خوش عقیدت کو شمعِ ھدایت کرو — دینِ اسلام کی دل سے خدمت کرو
آپسی دشمنی چھوڑ دو بھائیو
وقت کا بھی تقاضا ہے یہ دستو
اور لرزتا ہے ثاقبؔ کے ہاتھوں قلم — دیکھ کر چار جانب یہ ظلم و ستم
ہم جو کٹتے رہیں گے نہیں اس کا غم — خوں سے روشن رہے اپنی شمعِ حرم
آپسی دشمنی چھوڑ دو بھائیو
وقت کا بھی تقاضا ہے یہ دوستو

اسکے پہلو میں حکمت ہے صنعت بھی ہے اسکے دامن میں دولت ہے عزت بھی ہے
علم کی روشنی کیلئے آیئے

اسکے ہمراہ ساری خدائی بھی ہے اسکے ہمراہ صحت صفائی بھی ہے
علم کی روشنی کیلئے آیئے

بغض اور دشمنی کو مٹاتا ہے علم باہمی دوستی کو بڑھاتا ہے علم
علم کی روشنی کیلئے آیئے

اسکو فرقہ پرستی سے ہے دشمنی فکر ہے اسکو یکجہتی اور قوم کی
علم کی روشنی کیلئے آیئے

آندھرا کی حکومت کا احسان ہے علم کو بانٹنے کا یہ سامان ہے
علم کی روشنی کیلئے آیئے

اپنی ناخواندگی پر نہ آہیں بھریں اکشرا جیوتی دیتی ہے دعوت تمہیں
علم کی روشنی کیلئے آیئے

علم ہی سے ہے ثاقبؔ کی ساری خوشی علم ہی سے ملی ہے اُسے شاعری
علم کی روشنی کیلئے آیئے

علم کے لئے چلو

علم کو شمع ہستی بناتے چلو
اپنے ارماں کی دنیا سجاتے چلو

زندگی سے جہالت مٹاتے چلو
اپنی دنیا کو روشن بناتے چلو

جادۂ منزلِ کامیابی ہے علم
پاؤں اس رہگذر پر بڑھاتے چلو

علم ایک نور ہے علم اک تاج ہے
آرزوؤں کے سر پر سجاتے چلو

زندگی میں بہاروں کا ضامن ہے علم
اسکو سینے سے اپنے لگاتے چلو

روح کی شادمانی ہے اس کا فروغ
قلب کو اس سے روشن بناتے چلو

عزم راسخ کو اپنا بناؤ رفیق
ہر رکاوٹ کو اس میں ہٹاتے چلو

شرم ہے اور ندامت ہے ناخواندگی
علم کو اپنا مقصد بناتے چلو

عمر کی کوئی قید اس میں حائل نہیں
ہر قدم اس میں اپنا اٹھاتے چلو

جسم و جاں کی صفائی ہے اک روشنی
اسکو معمول اپنا بناتے چلو

اکستراجیوتی اسکیم آئی ہے اب
فائدہ اس سے اپنا اٹھاتے چلو

زندگانی میں یہ بھی عبادت ہی ہے
خود پڑھو دوسروں کو پڑھاتے چلو

علم ہی سے تو ثاقبؔ ملی شاعری
بھائیوں کو یہ نغمہ سناتے چلو

جذباتِ طالبِ علم

میں طالبِ علم ہوں مجھکو کتابوں سے محبت ہے

میں انساں ہوں مجھے انسانیت سے انس و الفت ہے — کچھ ایسے ہیں جن کو اپنے ہم جنسوں سے نفرت ہے
نہ ہو کچھ فرقِ مذہب فکر میں یہ آدمیت ہے — تمام ابنائے آدم میں یہی اک وصفِ وحدت ہے
میں طالبِ علم ہوں مجھکو کتابوں سے محبت ہے

میرے پہلو میں جو دل ہے وہ اک الفت کی بستی ہے — یہ بستی وہ ہے جس میں کچھ بلندی ہے نہ پستی ہے
یہی گنجینۂ عشرت متاعِ کیف و مستی ہے — اسی کے نور سے روشن چراغِ بزمِ ہستی ہے
میں طالبِ علم ہوں مجھکو کتابوں سے محبت ہے

بساؤں گا وہ دنیا راج ہو جس میں محبت کا — مٹا دوں گا جہاں میں فرق امارت اور غربت کا
بساؤں گا وہ دنیا راج ہو جس میں محبت کا — جہاں پر بول بالا ہو صداقت کا عدالت کا
میں طالبِ علم ہوں مجھکو کتابوں سے محبت ہے

میں سائنس اور حکمت کے چراغوں کو جلاؤں گا — میں انسانوں کے اندر بزمِ الفت کو سجاؤں گا
پڑا ہے درمیاں نفرت کا جو پردہ اٹھاؤں گا — زمیں کو عافیت کا ایک گہوارہ بناؤں گا
میں طالب علم ہوں مجھکو کتابوں سے محبت ہے

زمیں پر ہوں مگر میری کمندیں ہیں ستاروں پر — رسائی ہے خلاؤں میں مرا بس ہے فضاؤں پر
حیاتِ حسنِ عالم ہے ابھی میرے سہاروں پر — نظامِ بزمِ ہستی ہے فقط میرے اشاروں پر
میں طالب علم ہوں مجھکو کتابوں سے محبت ہے

کوئی مذہب ہو حق کا راستہ ہمکو دکھاتا ہے — وہ جو حیوان ناطق ہیں انھیں انساں بناتا ہے
دلِ انساں سے بغض اور کینے کو مٹاتا ہے — رہیں گر نیک ہو کر خلد کا مژدہ سناتا ہے
میں طالب علم ہوں مجھکو کتابوں سے محبت ہے

میں بھونرا ہی نہیں ہوں بس ادب کے لالہ زاروں کا — مجھے معلوم ہے سب حال دریاؤں کی دھاروں کا
حقیقت آشنا ہے سب مرا ذہنِ رسا ثاقب — زمیں کا آسماں کا چاند کا سورج کا تاروں کا
میں طالب علم ہوں مجھکو کتابوں سے محبت ہے

حفظِ قرآن

فخر انساں ہے حفظِ قرآن
حفظ ایمان ہے حفظِ قرآن

دین و دنیا کی یہی دولت ہے
حفظِ قرآن ہے حفظِ قرآن

وصف یہ اور کہاں ملتا ہے
دین کی جان ہے حفظِ قرآن

معجزہ صاحبِ قرآں کا ہے
اتنا آسان ہے حفظِ قرآن

جس پہ اللہ کا ہوتا ہے کرم
اس کی پہچان ہے حفظِ قرآن

دل میں ہو جاتی ہے شمع روشن
نورِ عرفان ہے حفظِ قرآن

کتنا خوش بخت ہے حافظ اس کا
فضلِ رحمان ہے حفظ قرآن

اس کا حصہ ہے شفاعت کرنا
ایسا سامان ہے حفظِ قرآن

اپنے مالک کے قریں رہتا ہے
حق کا دامان ہے حفظ قرآن

قدر داں اس کے ملائک بھی ہیں
کتنا ذیشان ہے حفظ قرآن

ہم تو مجبور ہیں مظلوم بھی ہیں
اپنا درمان ہے حفظ قرآن

دیکھئے مدرسہ زہرا میں
اس کا فیضان ہے حفظِ قرآن

قابل قدر ہے جذبۂ ثاقب
دل کا ارمان ہے حفظ قرآن

آوازِ حق

مشرقِ وسطیٰ کے حالیہ بحران پر ایک تجزیاتی نظم

السلام اے مردِ عالی باہمم
تیرے آگے گردنِ دوراں ہے خم

تیرے عزمِ آہنی کے سامنے
دست بستہ کیوں نہ ہوں عرب و عجم

بن گیا آئینہ خانہ زیست کا
سجدہ کرتے ہیں جہاں سیم و درم

کوہسارِ طاقتِ ملّت ہے تو
طوف کرتے ہیں ترے زر کے صنم

لرزہ بر اندام ہے مغرب سبھی
تیرے آگے سرنگوں جاہ و حشم

تہلکہ اک اُن میں برپا کر دیا
وہ جو خوابیدہ تھے اندر پیچ و خم

تیری جُرأت کی جو کوندیں بجلیاں
تلملا اٹھے ہیں پیرانِ حرم

صرف اک امکان پر ہوش اڑ گئے
دیکھئے دولت کے بندوں کا بھرم

شرک کی آغوش میں لے لی پناہ
تھام رکھے ہیں وسیلے کے قدم

جانچ لیجئے دعوئ ایمان کو
بن گئے بے دین کے اب ہم قدم

ہنس کے سہتے ہیں یہودی مار کو
اور کر دیتے ہیں گردن اپنی خم

اپنے بھائی کے مقابل میں یہ طور
غیر کے قدموں سے ٹوٹا ہے بھرم

وہ یہود اور زور بازو دیکھئے
بے بسی ہے اس طرف شکل درم

ایسے ٹولے کو تو ٹوٹا چاہیئے
کھوکھلے ہوں جن کی قوت اور دم

یاسیت میں اب ہیں کچھ محوِ فغاں
جن کا تھا ارمان دنیا رو دِ رم

حاشیہ برداروں سے ہم دور ہوں
اپنی نظروں میں رہے شمعِ حرم

وہ یہودی اور وہ بھی الاماں
قابضین بیت مقدس وحرم

جب تلک ان کا رہے گا اقتدار
اہلِ ایماں کو رہے گا رنج و غم

عزت قومی ہوئی بے جان حیف
اب کہاں ماضی کا وہ زندہ بھرم

اسطرف ہے عیش و عشرت کی حیات
اور چلتی ہے ادھر تیغِ ستم

اُس طرف ہیں صرف لاکھوں صف بہ صف
ہم کروڑوں میں ہیں لیکن اُن سے کم

دولت و زر کے تقاضوں میں پھنسے
بٹ گئے ہیں بیسیوں ملکوں میں ہم

وحدتِ ملّی و ملکی چاہیئے
ہے خدا بھی ایک، اک اس کا حرم

بادشاہت اور ملوکیت ہے زہر
جو مٹا دیتا ہے ملّت کا بھرم

چاہیئے اسلام کی جمہوریت
ہے یہی تابانیٔ نورِ قدم

مملکت ہو اک عظیم اسلام کی
دشمنوں کا دیکھ کے گھُٹ جائے دم

سربلندی ہے انھیں کے واسطے
منتشر اجزا اگر ہو ویں بہم

اِن کی قدرِ مشترک جو ایک ہے
وہ ہے تعظیمِ رسولِ محترم

دین حق کا بول بالا ہو وماں
عظمتِ سرورؐ میں ہوں سب ہم قدم

اولیائے حق جو منعم ہیں سبھی
دل بنے ان کی محبت کا حرم

جذبۂ شوقِ شہادت دل میں ہو
عظمتِ اسلام ہو بس محترم

حرب کی طاقت سے ہوں آراستہ
ہے بقول اقبالؔ تقدیرِ اُمم

آج مغرب کو ہے جو مشرق پہ فوق
دانش و سائنس کا لطف و کرم

ہم ہیں ہر انداز سے پسماندہ
اس سے ہیں مرعوب اور مغلوب ہم

اب تو کر لیں ہم میں پیدا انقلاب
درس دیتا ہے زمانہ ہر قدم

سیس کی دیوار بن کر ہم رہیں
دشمنوں کے سامنے ثابت قدم

ہو عقیدے اور ایمان میں اثبات
زر کے بل پر ٹوٹنے پائیں نہ ہم

راہِ سرورؐ اور صحابہ پر چلیں
ہوں نہ ہرگز بندۂ جاہ و حشم

اس صدی میں تفرقوں کا ہے عروج
پشت پر ہے جسکی دینار و درم

امتحاں کی منزل پُر خار میں
تھام کر دامن رہیں ثابت قدم

وہ قصیدے گا رہے ہیں ہر طرف
حال پر جن کے ہے کچھ لطف و کرم

اپنا سرمایا وہ جس پر ناز ہے
ہے فقط عشقِ رسول ذی کرم

ہیں صحابہ اور ولیوں پر فدا
ہیں نظر میں بس وہی نقشِ قدم

ساتھ ایماں کے عزیزی ہے قبول
ہے نظر میں اسوۂ شاہ اُمم

کعبہ اور گنبد کی ہر تقدیس پر
جان دینے کو بھی ہیں تیار ہم

یا الٰہی سب کو دے توفیق نیک
مصلحت کوشی میں بہہ جائیں نہ ہم

پاک کر دے پاک ارضِ پاک کو
اے خدائے پاک کر دے یوں کرم

رکھ سلامت لئے خدا بغداد کو
ہے وہاں لختِ دلِ خیر الاُمم

دشمنانِ دیں ذلیل و خوار ہوں
خاک میں مل جائے سب انکا بھرم

واسطے غوث الوریٰ و مصطفٰے
عالمِ اسلام پر فرما کرم

قادرِ مطلق فقط اک آپ ہیں
ہے مشیت آپ کی سب سے اہم

ثاقب عاصی کی سن لیجئے دعا
ہے غلامِ حضرتِ شاہِ امم

سراپائے اُردو

اپنی اُردو زبان سے خطاب

اے زباں تجھ پہ ہے تیرے ثاقبؔ کو ناز
تیری چشمِ کرم سے ہوا سرفراز

قوتِ نطق تیرے ہی صدقے بڑھی
روشنی ذوقِ شعر و سخن کی ملی

تیرا دامن ہے اک گلشنِ صد بہار
پھول ہی پھول اس میں نہیں کوئی خار

سب زبانوں میں تو ہے حسیں بالیقیں
بزم انجم میں ہو جیسے ماہِ مبیں

تیری تخلیق قدرت کی سوغات ہے
تو زبانوں کی تابندہ بارات ہے

ہر زباں نے تجھے اپنی تنویر دی
تیرے انداز کو حسن تاثیر دی

ہند کی گود میں جب تو پیدا ہوئی
خلقتِ ہند سب تجھ پہ شیدا ہوئی

جب تو دلّی سے بڑھ کر دکن آگئی
بہمنی سلطنت تیری ہمدرد ہوئی

جب تو چلنے لگی اور پھرنے لگی
ہر طرف تیری چاہت بھی بڑھنے لگی

تجھکو اپنائے جاتے تھے شاہ و گدا
تیرے شیدائی تھے اصفیا اتقیا

سب نے تجھکو خراجِ عقیدت دیا
دولتِ فکر سے تیرا دامن بھرا

تیرے قُطب اللساں تھے سراؔج و ولیؔ
تیرے شہکار شب رس" قطب مشتری

جب ولیؔ تجھکو لے شہرِ دلّی گئے
شہر والوں کے دل تجھ پہ آ ہی گئے

تیرے رخسار و گیسو سنوارے گئے
تجھ پہ رنگِ بہاراں چڑھائے گئے

میرؔ و غالبؔ پرستار تیرے ہوئے
اور چکبستؔ و سرشارؔ تیرے ہوئے

چار چاند اب تیرے نام کو لگ گئے
ہند میں ہر طرف تیرے ڈنکے بجے

تیری تصویر ہر ایک کو بھا گئی
تیرے پرچم کی ضو ہر طرف چھا گئی

پھر تو تو حکمرانِ وطن بن گئی
اور تو رنگ و بوئے چمن بن گئی

تو علمدارِ تہذیبِ گنگ و جمن
نقطۂ اتصال شمال و دکن

سرنگوں تیرے آگے ہے ہر فکر و فن
رشکِ صد گلستاں ہے تیرا بانکپن

تو وہ بے مثل گلدستۂ السنہ
جو فصاحت بلاغت کا ہے آئینہ

تو زبانوں کے ایوان کی شہتیر ہے
تو دلوں کو ملانے کی زنجیر ہے

تجھ میں تنویرِ یکجہتیٔ قوم ہے
تجھ میں نیرنگ بیداریٔ قوم ہے

ورثۂ مشترک ہند کی جب بنی
اہلِ مغرب کی نظروں میں تلوار تھی

رزمِ آزادیٔ ہند میں صف شکن
بزمِ امن و اماں میں یہ چمن در چمن

محوِ حیرت ہوں کیوں کوئی بیزار ہے
کب رواداریوں کو سزاوار ہے

جس جگہ تو نے لہرایا یہ پرچم، وہیں
کوئی شنوائی اب تیری ہوتی نہیں

بات دنیا میں دیکھی نہ ایسی کہیں
تیرے گھر میں تیرا کچھ علاقہ نہیں

تیرا موقوف اب یہاں چلن کر دیا
تجھکو اندر وطن بے وطن کر دیا

جب تو ارضِ شمالی سے آئی دکن
بن گئی اہلِ دکن کی تو جان و تن

تجھکو اپنا کے سرشار تھا یہہ دکن
تجھ سے عثمانیہ نے لیا بانکپن

تو نے اُس کو کیا فخرِ ہندوستاں
دورِ انگیریزیت میں رہی حکمراں

آصفی دور نے تجھکو چمکا دیا
تیرا گلشن رہا مدتوں تک ہرا

تیرے گھر والے اب تجھ سے انجان ہیں
پر یہاں تجھ پہ اب سب ہی قربان ہیں

خود حکومت نے اک فیصلہ یہہ کیا
تجھکو اہل علاقہ کا درجہ دیا

تیری توقیر سے کم ہے یہہ فیصلہ
ہو زباں دُوسری تُو یہاں برملا

ہاں حکومت سے اب اِسکی اُمید ہے
چاہنے والوں کی تجھکو تائید ہے

تو ہے ہندی کی ہمشیرۂ خوردسال
دونوں مل کر رہیں تو رہیں لازوال

ہند والے اگر تجھ سے الفت کریں
مثلِ شیر و شکر ایک ہو کر رہیں

مانتے ہیں کہ تجھ میں عجب ہے مٹھاس
تیری غزلوں سے بجھتی ہے سب کی پیاس

اب بھی پُرنور ہے یہہ تیری آن بان
شاد تجھ سے کسان اور فوجی جوان

ہاں یہہ سچ ہے کہ جب انقلاب آگیا
تجھکو دشواریوں کا ہوا سامنا

گردش دور میں ایسا ہوتا بھی ہے
پر مصائب سے رُتبہ اُبھرتا بھی ہے

فکر مت کر کے تجھکو لگا ہے گہن
اب بھی رشک چراغاں ہے تیری پھبن

دن پھرینگے کہ پھر تجھکو عظمت ملے
تجھکو رحمت علی سے جلالت ملے

اک ترے چاہنے والے رہبر ہیں یہہ
تیری تنویر سے مثل اختر ہیں یہہ

تیرے جلووں کی ہے ان میں جادوگری
ان کے دم سے بڑھے گی تیری روشنی

ان کے دم سے پھلے پھولے تیرا چمن
اور تو ہو مثالِ گلاب و سمن

اب بھی تیرے مخالف بھی کچھ کم نہیں
تنگ ہونے لگی تجھ پہ تیری زمیں

تیرا دم بھرنے والے بھی کم ہو گئے
تلگو انگلش کے آباد ہیں مدرسے

کس مپرسی میں ہیں درسگاہیں تیری
مرثیہ تیرا پڑھتے ہیں کچھ آج بھی

پر حکومت کو اب اس کا احساس ہے
اسکو تیرے تقاضوں کا کچھ پاس ہے

آج اردو کی یہہ فکر بے جا نہیں
اس نے موقف معاشی جو پایا نہیں

شکر ہے اب اکیڈمی تو زندہ ہوئی
اُردو والوں کی اک آس تو بن گئی

اس سے وابستہ ہے اب ادیبوں کی آس،
اس سے بجھ جائے گی شاعری کی پیاس

اُردو تعلیم کے مسئلے ہوں گے حل
آج سے اور بہتر بنے اس کا کل

ہم کو بھی چاہیئے ہم بھی آگے بڑھیں
اپنی اُردو کا ہم ہر قدم دم بھریں

سب ہی کندھے سے کندھا ملا کر چلیں
اس کا چھینا ہوا حق دلا کر رہیں

اب قدم ہم بڑھائیں گے لیکر اُمید
فضلِ رب ساتھ ہو تو نہیں کچھ بعید

اپنے مالک سے ثاقبؔ کی یہہ ہے دعا
کامیابی عطا کر ہمیں اے خدا

○

آندھرا پردیش اردو اکاڈمی

اُردو کی اک ضرورت اُردو اکاڈمی ہے
اُردو کا حسن صورت اُردو اکاڈمی ہے

یہہ آندھرا کی بیٹی البیلی اک دوشیزہ
ایسی زباں کی عظمت اُردو اکاڈمی ہے

اپنے جلیل سے یہہ پائی ہے اک جلالت
اب زندگی کی صورت اُردو اکاڈمی ہے

آئے گی اب بہار نو اس کے گلستاں میں
اُردو کی بامِ رفعت اُردو اکاڈمی ہے

ہر آرزو تمنا وابستہ ہو گئی ہے ملے
ہم سب کی اک حرارت اُردو اکاڈمی ہے

تاروں کی بزم میں تو مثلِ قمر ہو روشن

تجھ میں عجب صباحت اُردو اکاڈمی ہے

موزوں ترین ہاتھوں اب اسکی آبرو ہے

اک مرکزِ بلاغت اُردو اکاڈمی ہے

فیضِ عمیم اس کا ہے مرکزِ توجہ

اب ایک خوانِ نعمت اُردو اکاڈمی ہے

اس کے وسیلے اپنی منزل کو پا ہی لینگے

اک زینۂ عزت اُردو اکاڈمی ہے

اُردو ادب کو ہوگا اس سے فروغ حاصل

اب مائل اعانت اُردو اکاڈمی ہے

تجھ پر نثار اپنا نذرانہ کر رہا ہوں

دل میں تیری محبت اُردو اکاڈمی ہے

تیری حیاتِ نو سے مسرور و شادماں ہے

ثاقب کی تجھ سے عزت اُردو اکاڈمی ہے

"سٹ وِن" کی ترجمانی ایک شاعر کی زبانی

اپنے فیضان کا بہتا ہوا دریا سٹ وِن
پست طبقات کا دلدار و سہارا سٹ وِن

اس سے روزی کے کھلے آج ہزاروں ہی در
فخر ہے ناز کے قابل ہے ہمارا سٹ وِن

ڈگریاں کام نہ آئیں تو پریشان نہ ہو
نامرادوں کو دکھاتا ہے یہ رستا سٹ وِن

یہ بنا دیتا ہے ہر عزم ارادے کو چٹان
نوجوانوں کی تمنا کا اجالا سٹ وِن

دور ہو جائیگی بیکاری یقیناً اس سے
کامیابی کی وہ منزل بھی دکھایا سٹ وِن

قومی یکجہتی کے انوار کی اک شمع ہے
سارے طبقات کو اک سمت دکھایا سٹ ون

قابل ناز ہیں اب اپنے وزیر اعلیٰ
بن گیا اُن کی توجہ کا نشانہ سٹ ون

ہند بھر میں نہیں اب کوئی بھی اس کا ثانی
چنا ریڈی کی قیادت کا ہے سہرا سٹ ون

یہ گمر وڑوں کی اعانت سے نوازے ہیں اسے
اپنے فیضان کا ہوگا یہ پیمانہ سٹ ون

اُن کا ہے اہل وطن پر یہ یقیناً احسان
اک نئی شان سے یہ ہوگیا زندہ سٹ ون

اسکو بے فیض بنا رکھا تھا تلگو دیشم
ریڈی صاحب سے یہ پھر جوش پہ آیا سٹ ون

اس سے پسماندوں کی امید ہوئی وابستہ
انکی بہبود کا ہے ایک ذریعہ سٹ وِن

ایک خواجہ کو یہاں لا کے بٹھائی قدرت
بن گیا اب یہہ حکومت کا بھروسہ سٹ وِن

دم سے خواجہ کے دکن میں یہہ چمک جائے گا
کیوں نہ کہدوں ایسے پرنور ستارا سٹ وِن

آپ مخلص ہیں جفاکش ہیں فرائض کا جتن
اب تو بن جائے گا یہہ سب کا دلارا سٹ وِن

آج سرگرم ہوئی پھر سے حویلیٔ قدیم
فیض بخشی کی عجب یاد دلایا سٹ وِن

لڑکیاں فیض اٹھانے لگیں کمپیوٹر کا
ان کی روزی کا بھی بنتا ہے سہارا سٹ وِن

کارخانہ یہ اگربتی کا قایم کر کے
عورتوں کے لئے روزی کو سجایا سٹے ون

روز، روزی کی اُمیدوں میں ہزار آتے ہیں
ہے یہ بچھڑے ہوئے لوگوں کا سہارا سٹے ون

خود کفالت کا ہوں ضامن اگر اپنا ؤ مجھے
اہل دکن کو سناتا ہے یہ مژدہ سٹے ون

پھر سے سو جائے گا ہم دوش چمن شہر قدیم
جب غریبی کا اٹھا دے گا یہ پردا سٹے ون

اسکے اغراض و مقاصد میں ہے تو قیر حیات
زندگی کا یہ سکھاتا ہے قرینہ سٹے ون

زندگی بڑھ کے یہ منزل پہ پہونچ جائیگی
اسکی گاڑی کا ہے مضبوط سا پہیا سٹے ون

وہ جو تعلیم سے آراستہ ہیں اور نہیں
دونوں طبقوں کو دلاتا ہے دلاسا سٹ ڈن

ہند میں روشنی پھیلے گی یقیناً اس کی
اک عجب شان سے جلتی ہے یہ شمع سٹ ڈن

پیاس آ کے بجھالیں گے پیاسے اپنی
اک ابلتا ہوا بن جائے گا چشمہ سٹ ڈن

اس سے پیدا ہوی اس شہر میں گہما گہمی
اب ترقی کا یہ بن جائے گا زینہ سٹ ڈن
جسکی منزل نہیں ساحل کے سوا اور طرف
نوجوانوں کی ترقی کا وہ دھارا سٹ ڈن
قومی تعمیر کا ہے ایک ذریعہ سٹ ڈن
بن گیا ہے یہ ہزاروں کا گذارا سٹ ڈن
کیوں نہ تعریف کروں اسکی میں دل سے ثاقبؔ
بن گیا ہے میرے احساس کا نغمہ سٹ ڈن

ہمدرد نگر کا مپلکس نئی دہلی

فیضان عمومی کا محور ہمدرد نگر ہمدرد نگر
ہے سارے اداروں میں برتر ہمدرد نگر ہمدرد نگر

ہیں اسکی فضائیں دل افزا ہے حسن سراپا رشکِ ارم
گھر کر ہی لیا دل کے اندر ہمدرد نگر ہمدرد نگر

یہ نازش و فخر روئے زمیں ثانی ہی نہیں ہے اسکا کہیں
ہر دیکھنے والے کا دلبر ہمدرد نگر ہمدرد نگر

ہے اپنی امیدوں کا گلشن فیضان کے اسمیں پھول کھلے
احسان ہے ملت کے سر پہ ہمدرد نگر ہمدرد نگر

محمود ہوا سبحان اللہ یہ آج حمید و حامد سے
دلی کا ہے اک روئے انور ہمدرد نگر ہمدرد نگر

ریحاں کی خوشبوئے خوشتر، ماحول کی یہ زیب و زینت
فردوس کی صورت کا ہمسر ہمدرد نگر ہمدرد نگر

ایوان حسیں ہے چاروں طرف اشجار ہیں پہرہ دار بنے
اٹھلاتی ملی بادِ صرصر ہمدرد نگر ہمدرد نگر

نکلیں گے طبیب حاذق اب اور قحطِ رجالی کم ہو گا
ڈھلتے ہیں یہاں ایسے جوہر ہمدرد نگر ہمدرد نگر

دیکھیں جو یہاں نظریں ہر سو، الفاظ بیاں سے قاصر ہیں
دل کہتا ہے، ہے خلد نگر ہمدرد نگر ہمدرد نگر

یکجہتی قومی کا مرکز اسلاف کی قدروں کا ہے امیں
اک شہکارِ قومی کلچر ہمدرد نگر ہمدرد نگر

کم خرچ میں صحت اور شفاء دیتا ہے نہیں اسمیں کچھ شک
مونس بھی ہے اور غربا پرور ہمدرد نگر ہمدرد نگر